اکبر علی خان

کیا بتاؤں کون تھے وہ ، انکا رتبہ تھا عظیم
خواب میں پھرتا ہوں انکے در کے آگے اے ندیم
باقیاتِ عظمتِ موسیقیء کہنہ ، قدیم
انکی یادیں بن گئی ہیں مثلِ انوارِ سدیم
انکے سُر خالص تھے وہ اک لعل و دُر کی کان تھے
آہ وہ اس شہر میں تنہا بڑے انسان تھے
رُدر وینا کے تھے وہ استاد اور گائک بزرگ
جاننے والوں کی نظروں میں تھے وہ نائک بزرگ
اک طرف تھا سلسلہ انکا محمد خان سے
خسروئے ہندی کے تھے وارث بھی اک عنوان سے
خستہ کمرے میں دری پر وہ پڑے تصویر تھے
مفلسی میں ساری دنیا سے وہ گوشہ گیر تھے
گونجتے تھے کچھ کبوتر بھی وہیں ایک طاق میں
مٹ رہا ہے انکا افسانہ پھٹے اوراق میں
پتھروں کی سلِ کے نیچے تھی کتابِ علمِ صوت
لگ گئی دیمک اُسے وہ مرگئے بن آئے موت
اس میں دو سو سال کا وِرثہ تھا سب اجداد کا
بیش قیمت تھا جہاں مرقوم بستہ یاد کا
بندشیں تھیں درج اس میں شاذو نادر بے مثال
راگ بھی ایسے تھے اب معدوم ہے جنکا خیال

فقر و فاقہ تھا طبیعت میں ، بہت تھا انکسار
مانگنا ہدیے کا انکو تھا ہمیشہ سخت عار
تھے وہ خوددار و غیور و ثابت و پُراعتماد
آہ انکی خواب میں اکثر چلی آتی ہے یاد
انکے قدموں میں گذارے کتنے میں نے روز وشب
رونے لگتا ہوں خیال آتا ہے مجھ کو انکا جب
منکشف ان سے ہوا کچھ ساز وسرُ کا مجھ پہ حال
جنکی وہ کرتے تھے باتیں تھے وہ سب اہلِ کمال
ہوگئی آ کر مگر حائل جو فکر روزگار
چھوڑ کر اپنے وطن کو چل دیا میں دلفگار
ایک ہی تصویر انکی رہ گئی ہے طاق میں
بندشیں انکی فقط باقی ہیں کچھ اسباق میں

جنوری ۲۰۱۰